مفتی اعظم سندھ شیخ الحدیث مولانا مفتی شمس الدینؒ

بقلم: مفتی عطاء الرحمٰن شمس

سردی مرقد سے بھی افسردہ ہوسکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھوسکتا نہیں

یہ خالق کائنات عز وجل کا قانون ہے کہ اس کائنات فانی میں صرف اسی کو بقا ہے، باقی سب کو ایک معین مدت تک اپنی ذمہ داری ادا کرنی ہے اور پھر دارالفنا سے دارالبقا کی طرف لوٹ جانا ہے

دَریں دنیا کسے گر زندہ بودے　　ابوالقاسم محمد زندہ بودے

جامع الشریعت، مخدوم العلماء واستاذ العلماء یادگار اسلاف سرزمین دیوبند کے باکمال و بافیض پختہ عالم باعمل، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد خاص، مفتی اعظم سندھ، جامعہ عربیہ مفتاح العلوم حیدرآباد کے مہتمم، میرے والدگرامی، مشفق استاذ و شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی شمس الدین صاحب علیہ الرحمہ نے مورخہ ۱۹ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۳ فروری ۲۰۱۱ء کو وفات پائی۔

ان کے یوم رحلت پر حیدرآباد شہر کے پورے ماحول پر غم والم کی چادر سی تنی ہوئی محسوس ہوتی تھی، ہر ایک کا چہرہ اداس تھا اور ہر ایک کی زبان پر ایک ہی بات تھی کہ دارالعلوم دیوبند کے پختہ عالم باعمل، باکمال، سادگی وتواضع کے پیکر کا آج انتقال ہوگیا کہ اب ان کے جیسا کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔

حضرت والدگرامی علیہ الرحمہ صفات وکمال و جمال کے مرقع تھے۔ للّٰہیت، تصنع و بناوٹ سے پاک پاکیزہ مزاج اور سادگی قرون اولیٰ کی مثال تھی، علم وفضل میں باکمال و بافیض، پختہ عالم باعمل، عظیم محقق، عظیم مدقق، عظیم مفتی اور دِلنشین انداز تدریس کے عظیم استاد۔ اسطرح کی ان گنت خوبیوں کا ان کی شخصیت کے اندر جمع ہونا اللہ تعالیٰ کا ایک خاص احسان تھا، حضرت مفتی صاحبؒ یقیناً ایک ایسی شخصیت تھے جنہیں دیکھ کر یا جن کی صحبت میں رہ کر انسان کے ایمان کو تقویت ملتی ہے اور انسان اپنے رب کریم عز وجل سے قریب تر ہو جاتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ علم و فضل، لطف و شفقت، نظم و ضبط، ہر کام کے حوالے سے سلیقہ مندی، ہمہ گیر ہنرمندی، بے مثال تدریسی صلاحیت اور فیض رسانی و افادیت کی بے نظیر قدرت کے ساتھ ساتھ پر وقار و بااعتبار شخصیت کے حامل تھے۔

وہ خلقتہً چست، پھرتیلے اور پر اعتماد شخصیت کے آدمی تھے، اپنا کام آپ کرنا ان کی عادت تھی، زندگی کے مثبت فیضان میں ہر ایک کو شریک رکھتے اور زیست کے منفی اثرات سے ہر ایک کو بچائے رکھتے۔ وہ نا صرف ہر کام کو اس کے وقت پر کرنے کے خوگر تھے بلکہ زندگی کے سارے چھوٹے بڑے کاموں کو خود انجام دینے کے بھی عادی تھے۔ والد صاحب کی شخصیت میں جو اعلیٰ انسانی صفات میں نے دیکھیں وہ ان کی حق گوئی، قناعت اور اکلِ حلال تھیں، ان میں انکسار غیر معمولی حد تک تھا، کبھی اپنے نام کے ساتھ مبالغہ آمیز القابات کو پسند نہیں کیا۔ وہ ایک جید عالم تھے اور اپنے دور کی دینی اور سیاسی تحریکوں کے اہم کردار تھے۔ برصغیر پاک و ہند کی عظیم دینی، علمی و سیاسی شخصیات سے تعلق و ربط کے باوجود کبھی بھی اس کی بنیاد پر اپنے قد میں اضافہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔

حضرت والدگرامی علیہ الرحمہ کی یادیں آج بھی دل و دماغ کو چراغاں کئے ہوئے ہیں کہ گردشِ ماہ و سال بھی اسے کبھی مدہم نہ کرسکیں گے۔ میر تقی میر نے کہا تھا

بارے دنیا میں رہو غم زدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے انتہائی شوق، لگن اور سخت محنت و جد و جہد سے علم دین حاصل کیا یہاں تک کہ آپ کا یہ شوق آپ کو دارالعلوم دیوبند تک لے گیا اور آپ نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی صحبت و شرف شاگردی حاصل کی۔

حضرت والدگرامی اول تا آخر زمانہ تعلیم دارالعلوم دیوبند کے فیوض و برکات احاطہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔آپ کے پہلے استاذ حضرت مولانا عبدالرؤف ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تھے، وہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ آپ علیہ الرحمہ نے فارسی اور فقہ کی تمام کتابیں (ہدایہ کے علاوہ) مولانا عبدالرؤف ہزارویؒ سے پڑھیں، اسی طرح آپ کے آخری دور کے بھی تمام اساتذہ کرام دارالعلوم دیوبند کے اکابر اساتذہ کرام تھے۔ صرف و نحو کی تعلیم مشہور عالم دین "انی والا بابا" کے ہاں انی میں پڑھیں۔ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیملپوریؒ اور شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب (واہ ضلع راولپنڈی) فاضل دارالعلوم عالیہ رام پور (انڈیا) جو کہ آپ کے خسر تھے کے ہاں و دیگر مدارس میں مختلف کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں دورہ حدیث شریف کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۹۴۷ء میں صحاح ستہ کی تکمیل کے بعد دورہ حدیث کا امتحان پاس کیا۔

دارالعلوم دیوبند میں آپ کے اساتذہ کرام اکابر علماء کرام تھے جن میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، حضرت مولانا فخر الحسن مرادآبادی، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، مولانا عبدالخالق ملتانیؒ، حضرات شامل تھے۔

حضرت مفتی صاحبؒ تدریس کے فن میں امتیازی شہرت رکھنے والے مدرسین میں بھی کئی اعتبار سے ممتاز تھے۔ آپؒ نے تمام فنون کی کتابیں بہت محنت سے پڑھی تھیں، امتیازی نمبرات حاصل کرنا ان کا امتیاز رہا تھا۔ انہوں نے پڑھنے کے زمانے میں خدائے کریم عزوجل کی توفیق خاص سے اپنے آپ کو صرف پڑھنے میں لگا دیا تھا۔ حصول علم کے سارے دورانیے میں وہ ایک مثالی اور لائق تقلید طالب علم رہے۔ آپ علیہ الرحمہ کے فتاویٰ نہایت تحقیق و تدقیق کے حامل ہوا کرتے تھے۔ آپ مسندِ افتاء کی زینت تھے، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

حضرت والد گرامیؒ کی نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط دینی خدمات ان کی زندگی کا روشن اور تابناک باب ہے اور ان کے ہزاروں شاگردان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

عرض یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ اپنی بہت سی خوبیوں اور صفات میں اپنے بزرگوں اور اساتذہ کی روایات کے امین تھے۔ یوں تو آپ کے ہزاروں شاگرد اندرون و بیرون ملک دینی خدمات میں مصروف ہیں۔ لیکن علم وعرفان کے میدان میں آپ کے ممتاز شاگردوں میں اُستاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب ظاہر پیر، حضرت مولانا میاں مسعود احمد صاحب دین پوری، مولانا عبدالشکور دین پوری رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبدالغفور حیدری صاحب، حضرت مولانا حافظ حسین احمد شرودی، حضرت مولانا عبدالقادر آزادؒ سابق خطیب بادشاہی مسجد لاہور، حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی، حضرت مولانا عبدالباقی آف بلوچستان، حضرت مولانا عبدالرشید خلیق صاحب آف لاہور جیسے جید اور بزرگ علماء کرام شامل ہیں، جب کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ، جمعیت علماء اسلام سندھ کے سابق سیکریٹری جنرل شہید اسلام ڈاکٹر خالد محمود سومرو شہید کے والد گرامی متبحر جید عالم دین استاذ العلماء حضرت مولانا علی محمد حقانیؒ آپ کے ہم درس اور رفقاء میں سے تھے۔ یہ اس دور کا المیہ ہے کہ علمی شخصیات رفتہ رفتہ رخصت ہوتی جارہی ہیں اور جگہ لینے والے افراد خال خال ہیں۔

جان کر منجملہ خاصان میخانہ تجھے
مدتوں رویا کرینگے جام و پیمانہ تجھے

آپؒ کے ہاں کشف وکرامات، وجد واستغراق کو ہی تصوف کا درجہ حاصل نہیں تھا، آپؒ فرماتے تھے:...... ''تصوف کا حاصل ہے شریعت مطہرہ کا کامل اتباع، قلب وروح کا تزکیہ وتصفیہ، عبادات ومعاملات دونوں کا لحاظ کرتے ہوئے

اوران کا مقصد رضائے الٰہی عز وجل کا حصول تصوف کا حاصل ہے۔'' آپؒ کی ساری زندگی گفتار و کردار کے اعتبار سے سنت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ لباس و پوشاک خورونوش، نشست و برخواست، سلام وکلام وغیرہ ہر کام میں شرعی آداب کو اس طرح ملحوظ خاطر رکھتے تھے جو ایک مفسر ومحدث اور فقیہ کی شان کے لائق تھا۔

بالآخر علم وحکمت کے آفتاب و ماہتاب علوم نبوت نے مورخہ ۱۹ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۳ فروری ۲۰۱۱ء کو بروز بدھ داعی اجل کو لبیک کہا۔ وفات کے بعد آپ علیہ الرحمہ کے چہرہ انور سے خاص انوار نظر آئے، آپؒ علامہ اقبالؒ کے اس شعر کے مصداق بن گئے

نشان مرد مومن باتو گویم
چو مرگ آید تبسم برلب اوست

وقت جنازہ انبوہ کثیر تا حد نظر تھا، ہزاروں افراد نے جنازے میں شرکت کی، قطار در قطار لوگ صفیں باندھے کھڑے تھے، کراچی اور اندرون سندھ کے علاوہ اندرون ملک سے ہزاروں افراد جن میں جید علماء کرام، مفتیان عظام، مشائخ کرام، مختلف مدارس کے مہتممین، دینی مدارس کے طلباء، مذہبی، سیاسی وسماجی شخصیات شامل تھے نے شرکت کی۔ حیدرآباد کی تاریخ میں آپ کے جنازہ سے بڑھ کر کوئی جنازہ نہیں دیکھا گیا، سفید پوشاک اوڑھے جب قدسیان ارضی کے کندھوں پر آپؒ اپنا آخری سفر کر رہے تھے اور ہزاروں عقیدت مند سسکیوں اور آہوں کے ساتھ ماہتاب علم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الوداع الوداع کہہ رہے تھے......

اللھم اغفرله و ارحمه و اکرم نزله

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

☆☆☆